چند مشہور مجالس مشاورت

۱۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق آنحضرت کا صحابہ سے مشورہ

جنگ بدر میں قریش کے ستر بڑے بڑے آدمی گرفتار ہو کر دربار نبوت میں پیش کیے گئے تو آپ نے حسب عادت مجلس شوریٰ طلب کی اور یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

یہ واقعہ مختصراً صحیح مسلم (کتاب الجہاد۔ باب اباحۃ الغنائم) میں بروایت حضرت عمرؓ بن الخطاب یوں مذکور ہے:۔

فلما اسروا الاسارى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابى بكر وعمرؓ ما ترون فى هؤلاء الاسارى؟ فقال ابو بكرؓ: يا نبى الله هم بنو عم والعشيرة ارى ان تاخذ منهم فدية فتكون لنا قوة على الكفار فعسى الله ان يهديهم للاسلام؛ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ترى يا ابن الخطاب!؟ قال: قلت لا والله يا رسول الله ما ارى راى ابى بكر ولكنى ارى ان تمكنا فنضرب اعناقهم فيمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه وتمكنى من فلان نسيبا لعمر فاضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الكفر وصناديدها فهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابو بكر ولم يهو ما قلت۔

فلما كان من الغد جئت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر قاعدين وهما يبكيان۔ قلت يا رسول الله اخبرنى من اى شىء تبكى انت وصاحبك، فان وجدت بكاء بكيت وان لم اجد بكاء تباكيت لبكائكما؛ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابکی السذی عرض علی اصحابك من اخذ هم الفداد لقد عرض علی عذابهم ادنی من هذه الشجرة شجرة قریبة من نبی صلی الله علیه وسلم فانزل الله عزوجل :-

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ (۶۷-۶۸)

ترجمہ: جب قیدی گرفتار کر لیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے پوچھا - ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا :-

اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے خویش واقارب اور بھائی بند ہیں - میری رائے یہ ہے کہ :-

۱ - قرابتداری کا لحاظ رکھتے ہوئے انھیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے -

۲ - اس رقم کو ہم جہاد اور دوسرے دینی امور میں لگا کر قوت حاصل کر سکتے ہیں -

۳ - یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ اسلام کی توفیق عطا کرے -

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ان کے بارے میں رائے پوچھی - انھوں نے کہا - اے اللہ کے رسولؐ میری رائے قطعاً ابوبکرؓ کے مطابق نہیں - میری رائے یہ ہے کہ ان کو تہ تیغ کیا جائے (یہی نہیں بلکہ ہر ایک اپنے قریبی رشتہ دار کو قتل کرے) علی عقیل کی گردن اڑائیں اور میں اپنے فلاں رشتہ دار کی اڑاؤں گا - کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں ۔"

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی رائے پسند کی اور میری رائے کو پسند نہ کیا -

پھر جب میں دوسرے دن آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کھڑے رو رہے تھے - میں نے کہا! یارسول اللہ! مجھے بتلائیے آپؐ اور آپ کا ساتھی کیوں روتے ہیں - ایسی ہی بات ہے تو مجھے بھی رونا چاہیے - ورنہ میں آپ دونوں کو روتا دیکھ کر رونا شروع کر دوں گا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیں اس بات نے رلایا ہے جو فدیہ لینے کی وجہ سے تیرے ساتھیوں پر پیش کی گئی۔ مجھ پر مسلمانوں کے لیے عذاب اس درخت سے بھی قریب پیش کیا گیا ہے۔ یہ درخت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں۔

نبی کو شایان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی آئیں اور وہ انہیں تہ تیغ نہ کردے۔ تم دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے۔ اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔

آنحیات پر تو تمام روایاتِ حدیث متفق ہیں کہ اس بارہ میں مختلف آرا پیش کی گئیں مگر یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس مجلس کے کل ارکان کتنے تھے۔ صرف پانچ صحابہؓ کی موجودگی کا علم ہو سکا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت سعد بن معاذؓ۔

تاہم اصل اختلاف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی آرا میں تھا۔ حضرت سعد بن معاذ حضرت عمرؓ کے ہم رائے تھے۔ اور عبداللہ بن رواحہ کی رائے حضرت عمرؓ سے بھی سخت تر تھی۔ آپ نے کہا: "یا رسول اللہ! میرے رائے تو یہ ہے کہ ان سب کو کسی ایسی وادی میں داخل کیا جائے جہاں سوختہ زیادہ ہو اور پھر اس میں آگ لگا دی جائے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَوِ اجْتَمَعْتُمَا مَا عَصَيْتُكُمَا اگر تم دونوں کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں اس کے خلاف نہ کرتا (درمنثور ج ۳ ص ۲۰۲)

بہرحال آپ یہ مختلف آرا سن کر گھر تشریف لے گئے۔ کوئی کہتا تھا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند کریں گے اور کوئی کہتا تھا کہ حضرت عمرؓ کی رائے قبول کی جائے گی۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحقیق کے مطابق کثرت آرا حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھی کیونکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی فطری نرمی اور شفقت کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ کے ہم خیال تھے۔ اور حاضرین مجلس میں بھی اکثر کی رائے یہی تھی۔ مگر ان

میں سے بعض کی نظر صرف مالی منفعت تک محدود تھی رجیسا کہ قرآن کریم کے الفاظ "تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا" سے واضح ہے (حاشیہ آیت مذکورہ ۸/۶۷)

اور مفتی محمد شفیع کی تحقیق کے مطابق کثرت آراء حضرت عمرؓ کے ساتھ تھی کیونکہ جن پانچ اکابر صحابہ کا اوپر ذکر کیا ہے ان میں سے صرف حضرت ابوبکرؓ فدیہ لینے کے حق میں تھے۔ باقی سب حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے (اسلام میں مشورہ کی اہمیت ص ۱۶۰) تاہم اس بات پر سب متفق ہیں کہ فیصلہ کثرت وقلت کی بنیاد پر نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر منحصر تھا۔ کچھ دیر بعد آپ گھر سے واپس آئے اور ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں فریقین کی دلجوئی کے الفاظ تھے اور فیصلہ بالآخر حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق دے دیا تو اس کے بعد جو وحی نازل ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دینا مسلمانوں کی زبردست اجتہادی غلطی تھی۔

اس واقعہ مشاورت سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:۔

۱۔ مشورہ کرتے وقت کثرت رائے کے بجائے مشیر کی اہلیت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہم رائے ہو جاتے (اور باقی خواہ سب صحابی دوسری طرف ہوتے) تو انہیں کی رائے کے مطابق فیصلہ کرتا۔" اس بات پر واضح دلیل ہے۔

۲۔ مختلف آراء سننے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے تو صحابہؓ نے کسی ایک رائے کی موافقت میں آراء کو شمار کرنے کی بجائے یہی خیال کیا کہ "دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں یا حضرت عمرؓ کی رائے کو" سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ فیصلہ کثرت آراء کی بجائے امیر کی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق ہوا۔ تو یہ محض وقتی مصلحت کا تقاضا تھا کیونکہ بالآخر شرعی حکم وہی قرار پایا جو حضرت ابوبکرؓ کی رائے تھی۔ سورۂ محمد جو آل عمران سے بعد نازل ہوئی اس میں یہ حکم یوں ہے:۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً (۴۷/۴)

جب کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو۔ یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو (تو جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو۔ پھر یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیے یا مال لے کر

۲۔ مشاورت متعلقہ اذان

نماز باجماعت کے لیے اذان کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ یہ قصہ بخاری، مسلم (باب الاذان) میں مجملاً یوں مذکور ہے:۔

عن ابن عمر قال: کان المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون فیتحینون للصلوٰۃ ولیس ینادی بھا احد۔ فتکلموا یوماً فی ذلک: فقال بعضھم: اتخذوا مثل ناقوس النصاریٰ" وقال بعضھم: قرناً مثل قرن الیھود: فقال عمر: اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوٰۃ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: قم یا بلال فناد بالصلوٰۃ۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو جمع ہو کر وقت کا اندازہ کر لیے اور ایک وقت معین کر دیتے تھے اور ان کا کوئی منادی نہ تھا۔ پس ایک روز اس مسئلہ پر مشورہ کیا۔ بعض نے کہا نصاریٰ کا سا ناقوس لے لو۔ بعض نے کہا یہود کا سا قرنا لے لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، کوئی آدمی کیوں نہ مقرر کر دو جو نماز کا بلاوا دے آیا کرے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال کھڑے ہو جاؤ اور نماز کی منادی کر دو۔

بعض دوسری احادیث کتب مثلاً ابوداؤد، دارمی، دارقطنی اور ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلی مجلس میں اذان کی صحیح شکل اور کلمات متعین نہیں ہوئے تھے یعنی صرف حی علی الصلوٰۃ کے الفاظ سے منادی کر دی جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کہتے ہیں کہ:۔

مجھے خواب میں ایک شخص ملا جو ناقوس بیچ رہا تھا۔ میں نے کہا: ناقوس بیچ رہے ہو؟ اس نے کہا، ہاں لیکن تمھیں اس سے کیا غرض ہے؟ میں نے کہا، اس سے لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے۔" اس نے کہا میں تجھے اس سے بہتر چیز نہ بتلا دوں؟ میں نے کہا۔ "ہاں" تو اس نے کہا: اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر .... آخر تک اذان کے کلمات کہے۔

صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "ان شاء اللہ یہ خواب حق ہے۔ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر اسے یہ کلمات بتلاؤ اور وہ اذان کہے کیونکہ وہ تجھ سے بلند آواز ہے"۔ پس میں بلال کے ساتھ

کھڑا ہوا اور انھیں اذان کے کلمات بتلانے لگا اور وہ اذان کہتے رہے۔

جب حضرت عمرؓ نے گھر میں اذان کی آواز سنی تو چادر گھسیٹتے (جلدی میں) گھر سے آئے اور آکر عرض کیا "یا رسول اللہ میں نے بھی بالکل ایسا ہی خواب دیکھا ہے" تو اس پر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اس مجلس مشاورت سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:-

۱- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض تشریعی امور میں بھی صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ جب کہ بذریعہ وحی کوئی واضح دلیل موجود نہ ہوتی تھی۔

۲- مختلف آراء سننے کے بعد کسی رائے کا اقرب الی الحق یا رضائے الٰہی ہونا پسندیدگی کا معیار تھا۔ مشیروں کی تعداد نہیں گنی جاتی تھی۔

۳- کسی رائے کی پسندیدگی امیر کی صوابدید پر منحصر ہے۔

۱۳- مشاورت متعلقہ غزوۂ اُحد

جب ابوسفیان اور مشرکین مکہ تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ کے پاس پہنچ گئے تو آپؐ نے اس امر میں صحابہؓ میں مشورہ فرمایا کہ جنگ مدینہ میں رہ کر مدافعانہ طور پر کی جائے یا شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر جنگ لڑی جائے۔ وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے دو تین خواب دیکھے تھے۔

۱- گزشتہ رات آپؐ نے خواب دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی گئی ہے۔

۲- آپؐ نے یہ بھی خواب دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار کی تھوڑی سی دھار گر گئی ہے۔

۳- آپؐ نے یہ بھی دیکھا تھا کہ آپؐ نے ایک زرہ میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔

ان میں سے مذکورہ پہلے دو خواب بخاری کتاب التعبیر میں مذکور ہیں اور پھر یہ تینوں خواب البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۱۲ پر بھی مذکور ہیں۔ مختصراً یہ کہ ان خوابوں کی تعبیر میں مسلمانوں کی شہادت اور آپؐ کے زخمی ہونے کے اشارات پائے جاتے تھے۔ لہٰذا آپ مدینہ میں رہ کر مدافعانہ جنگ لڑنا چاہتے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے اہل الرائے اور بزرگ بھی آپ کے ہم رائے تھے۔ مسلمانوں کا کل لشکر ایک ہزار پر مشتمل تھا۔ جن میں تین سو افراد عبداللہ بن ابی منافق

کے ساتھی تھے۔ عبداللہ بن ابی کی بھی رائے یہی تھی کہ جنگ مدینہ میں رہ کر لڑی جائے لیکن کچھ جوشیلے نوجوانوں کا طبقہ جو بدر میں شامل نہ ہو سکا تھا۔ اس حق میں تھا کہ جنگ کھلے میدان میں لڑی جائے۔ اب اس پس منظر میں حافظ ابن کثیر صاحب البدایۃ والنہایۃ کی زبان سے اس مشورہ کا حال سنیے:

وقال الذين لم يشهدوا بدراً كنا نتمنى هذا اليوم وندعو الله فقد ساقه الله الينا وقرب المسير، وقال رجل من الانصار: متى نقاتلهم يا رسول الله اذا لم نقاتلهم عند شعبنا؟ وقال رجال "ماذا نمنع اذا لم نمنع الحرب بروع؟ وقال رجال من توا وامضوا عليه منهم حمزة بن عبد المطلب قال: والذي انزل عليك الكتاب لنجادلنهم۔ وقال نعيم بن مالك بن ثعلبة وهو احد بني سالم: يا نبي الله لا تحرمنا الجنة۔ فو الذي نفسي بيده لادخلنها! فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: بم؟ قال: بأني احب الله ورسوله ولا افر يوم الزحف۔" فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: صدقت واستشهد يومئذ۔ وأبى كثيراً من الناس الا الخروج الى العدو ولم يتناهوا الى قول رسول الله صلى الله عليه وسلم ورأيه ولو رضوا بالذي امرهم كان ذلك ولكن غلب القضاء والقدر وعامة من اشار عليه بالخروج رجال لم يشهدوا بدراً قد علموا الذي سبق لاصحاب بدر من الفضيلة۔

فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الجمعة وعظ الناس وذكرهم وامرهم بالجهد والجهاد ثم انصرف من خطبته وصلوته فدعا بلأمته فلبسها ثم اذن في الناس بالخروج۔

فلما راى ذلك رجال من ذوي الرأي قالوا: امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نمكث بالمدينة وهو اعلم بالله وما يريد ويأتيه الوحي من السماء فقالوا: يا رسول الله! امكث كما امرتنا"

فقال: "ما ينبغى لنبى اذا اخذ لأمة الحرب وأذن بالخروج الى الله وان يرجع حتى يقاتل وقد دعوتكم الى هذا الحديث فأبيتم الا الخروج فعليكم بتقوى الله والصبر عند الباس اذا لقيتم العدو وانظروا الى ما امركم الله به فافعلوا"

(البداية والنهاية ج ۴ ص ۱۲-۱۳)

اور وہ لوگ جو جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے، کہنے لگے: ہم آج کے دن کی تمنا کرتے اور اللہ سے دعا مانگتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ اسے ہماری طرف لے آیا اور فاصلہ قریب کر دیا۔ انصار میں ایک شخص نے کہا! یا رسول اللہ! ہم اس وقت ایک مضبوط جماعت ہیں۔ اگر آپ ان سے لڑائی نہ کی تو اور کب کریں گے۔

اور کچھ لوگوں نے کہا: کیا ہم لڑائی کے خوف سے رکے رہیں۔

اور کچھ لوگوں نے کہا جن میں حمزہ بن عبد المطلب بھی تھے اور انھوں نے اپنی بات سچ کر دکھائی اور اسی راستہ پر چلے۔ کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن اتارا ہم ضرور لڑائی کریں گے اور نعیم بن مالک بن ثعلبہ نے جو بنی سالم کے یکتا نوجوان تھے، کہا اے اللہ کے نبی! ہمیں جنت سے محروم نہ کیجیے۔ خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور جنت میں داخل ہوں گا" اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "کیسے" اس نے کہا۔ کیونکہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ میں لڑائی کے دوران فرار کی راہ اختیار نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا: تو نے سچ کہا اور وہ اس دن شہید ہو گیا۔

علاوہ ازیں بہت سے لوگوں نے دشمن کی طرف نکل کر لڑنے کی رائے دی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور رائے کی پروا نہ کی۔ اگر وہ اس رائے سے راضی ہو جاتے تو ایسا ہی ہوتا۔ لیکن اللہ کی تقدیر غالب ہوئی اور وہ لوگ جو بدر میں شریک نہ ہو سکے اور انھیں اس کی فضیلت معلوم ہوئی تو باہر نکل کر لڑنے کی طرف ہی اشارہ کرتے تھے۔

پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھائی تو لوگوں کو وعظ فرمایا۔ انھیں نصیحت کی اور کوشش اور جہاد کا حکم دیا پھر خطبہ اور نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے

پھر لڑائی کے ہتھیار منگوائے انھیں زیب تن کیا اور باہر نکلنے کا اعلان کر دیا۔

جب لوگوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو کچھ اہل الرائے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہ اسے خوب جانتے تھے اور ان پر آسمان سے وحی آتی ہے تو کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! مدینہ میں ہی ٹھہریے جیسے آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے۔" تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

نبی کو یہ لائق نہیں کہ اسلحۂ جنگ زیبِ تن کرے اور دشمن کی طرف نکلنے کا اعلان کرے تو اس سے لڑے بغیر واپس ہو۔ میں نے تمھیں یہی بات کہی تھی تو تم نے اسے تسلیم نہ کیا اور باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ اب تم پر لازم ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو جنگ میں ثابت قدم رہو اور اس بات کا خیال رکھو کہ جیسے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔ اسی طرح کرو۔

اس مشاورت سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:۔

۱- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوشیلے نوجوانوں کی رائے پر فیصلہ فرمایا جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور جہاد کی انتہائی آرزو رکھتے تھے تو محض ان کی دلجوئی کی خاطر فیصلہ کیا گیا تھا۔

۲- کل لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جس میں ۳۰۰ عبداللہ بن ابی کے ساتھی بھی حضورؐ کے ہم رائے تھے۔ اور وہ بزرگ صحابہ جو جنگ بدر میں پچھلے ہی سال شریک ہوئے وہ بھی آپ کے ہم رائے تھے۔ ان کی تعداد ۳۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ لہٰذا من حیث المجموع ان نوجوانوں کی اکثریت ثابت نہیں ہوتی اور متن میں جو کثیرًا من الناس کے الفاظ آئے ہیں تو اس سے مراد سو یا دو سو بھی ہو سکتے ہیں۔ اتنے لوگوں پر بھی یہی لفظ استعمال ہو گا۔

۳- اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ وہ فی الواقعہ کثرت میں تھے۔ تو انہی لوگوں نے جنگ سے پہلے ہی اپنے ارادہ کو بدل کر معذرت پیش کی لیکن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس "کثرت" کی بات تسلیم نہیں کی۔

نتیجہ واضح ہے کہ فیصلہ امیر کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ وہ اکثریت کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں ہوتا

۴۔ مانعین زکوٰۃ سے متعلق حضرت ابوبکرؓ کا مشورہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو مدینہ میں نفاق پھیل گیا۔ عرب قبائل مرتد ہونے لگے۔ کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ادھر جیش اسامہ کی روانگی کا مسئلہ بھی سامنے تھا۔ جس کو خود حضور اکرمؐ نے اپنی زندگی میں ترتیب دیا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ نے پہلے جیش اسامہ کی روانگی کے متعلق مشورہ کیا تو ان نازک حالات میں شوریٰ فوری طور پر لشکر کی روانگی کے خلاف تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اپنا دوٹوک فیصلہ ان الفاظ میں فرمایا:۔

والذی نفس ابی بکر بیدہ، لو ظننت ان السباع تخطفنی لانفذت بعث اسامۃ کما امر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم، ولو لم یبق فی القری غیری لَأنفَذتُہ۔ (طبری جلد ۳ ص ۲۲۵)

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ ابوبکرؓ کی جان ہے۔ اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے آ کر مجھے اٹھا لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کا لشکر ضرور بھیجوں گا۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ اور اگر ان آبادیوں میں میرے سوا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی میں یہ لشکر ضرور روانہ کروں گا۔

چنانچہ یہ لشکر بھیجا گیا جو چالیس دن کے دن ظفریاب ہو کر واپس آ گیا۔ اب مانعین زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابوبکرؓ نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور فرمایا:۔

"آپ کو معلوم ہے کہ عرب نے زکوٰۃ ادا کرنی چھوڑ دی اور وہ دین سے مرتد ہو گئے اور عجم نے تمہارے لیے نہاوند تیار کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان جس شخص کی وجہ سے ہمیشہ فتحیاب ہوتے تھے وہ تو گزر چکا۔ اب موقع ہے کہ مسلمانوں کو مٹا دیا جائے۔ آپ مجھے مشورہ دیں کہ اس حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ میں بھی تمہیں میں سے ایک شخص ہوں اور مجھ پر تمہاری نسبت اس مصیبت کا بوجھ زیادہ ہے۔"

اس تقریر سے مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا۔ طویل خاموشی کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

"اے خلیفہ رسولؐ! میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس وقت عرب سے نماز ادا

کرنے ہی کو غنیمت سمجھیں اور زکوٰۃ چھوڑنے پر مواخذہ نہ کریں۔ یہ لوگ ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ تمام اسلامی فرائض و احکام کو تسلیم کر کے سچے مسلمان بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو قوت دے دے گا تو ہم ان کے مقابلہ پر قادر ہو جائیں گے لیکن اس وقت تو مہاجرین اور انصار میں تمام عرب و عجم کے مقابلہ کی سکت نہیں ہے۔"

حضرت عمرؓ کی رائے سننے کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے بھی حرف بحرف حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کی۔ پھر حضرت علیؓ نے بھی اسی کی تائید کی۔ ان کے بعد تمام انصار و مہاجرین اسی رائے کی تائید میں یک زبان ہو گئے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ منبر پر چڑھے اور فرمایا:

واللہ لا ابرح اقوم بامر اللہ واجاھد فی سبیل اللہ حتیٰ ینجز اللہ تعالیٰ ویفی لنا عھدہ فیقتل من قتل منا شھیدا فی الجنۃ ویبقی من بقی خلیفۃ اللہ فی ارضہ ووارث عبادہ الحق فان اللہ قال ولیس لقومہ خلف "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" واللہ لو منعونی عقالا کانوا یعطون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل معھم الشجر والمدر والجن والانس لجاھدتھم حتی تلحق روحی باللہ ان اللہ لم یفرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ ثم جمعھما[1] (کنز جلد ۳ ص ۱۴۲)

ترجمہ: خدا کی قسم! میں برابر امرالٰہی پر قائم رہوں گا اور خدا کی راہ میں جہاد کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرما دے اور ہم میں سے جو قتل ہو وہ شہید ہو کر جنت میں جائے اور جو زندہ رہے وہ خدا کی زمین میں اس کا خلیفہ اور اس کے بندوں کا وارث ہو کر رہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان

---

[1] ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا۔ تمھیں کیا ہو گیا۔ تم کفر کی حالت میں تو بہت جری اور دلیر تھے۔ اب اسلام میں آ کر کمزوری دکھاتے ہو۔

کو خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ جو زکوٰۃ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے اس میں سے ایک رسی بھی روکیں گے تو میں ان سے برابر جہاد کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میری روح خدا تعالیٰ سے جا ملے۔ خواہ ان لوگوں کی مدد کے لیے ہر درخت اور پتھر اور جن وانس میرے مقابلہ کے لیے جمع ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں فرمایا۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔

یہ تقریر ختم ہوتے ہی حضرت عمرؓ اللہ اکبر پکار اٹھے اور فرمایا " جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا شرح صدر فرمایا میرا بھی اسی طرح پر شرح صدر ہو گیا۔

اسی واقعہ کو امام بخاریؒ نے نہایت اختصار اور تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے :-

ان ابا هريرة قال : لما تُوُفِّيَ النبي صلى الله عليه وسلم واستخلف ابوبكر وكفر من كفر من العرب قال عمر : يا ابا بكر! كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عَصَمَ مِنِّيْ ماله ونفسه الا بحقه وحسابه على الله "۔

قال ابوبكر : والله لَأُقاتِلَنَّ من فرّق بين الصلوٰة والزكوٰة فان الزكوٰة حق المال، والله لو منعوني عناقًا كانوا يؤدونها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلهم على منعها "۔

قال عمر : فوالله ما هو الا ان رأيت ان قد شرح الله صدر ابي بكر للقتال فعرفت انه الحق (بخاری. کتاب استتابة المرتدین)

ترجمہ: " حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا : جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بن گئے اور عرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا : آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : مجھ کو لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں پھر جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنا مال اور

اپنی جان مجھ سے بچا لیے الا یہ کہ اس کے لیے کا بدلہ اس کے مال یا جان کا نقصان ہو اور جو اس کے دل میں ہے تو اس کا حساب اللہ پر ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز جسم کا) خدا کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کی عدم ادائیگی پر ان سے ضرور لڑوں گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا۔ خدا کی قسم! اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ ابو بکرؓ کے دل میں جو لڑائی کا ارادہ ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا ہے اور میں پہچان گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے حق ہے۔"

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا عزم مصمم کر کے نکل کھڑے ہوئے مقام ذی القصہ تک پہنچ گئے تو حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ تھام لی اور فرمایا: "اے خلیفہ رسولؐ! آج میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو آپ نے غزوۂ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہی تھی۔ یعنی:-

شم سیفك ولا تفجعنا بنفسك فوالله لئن اصبنا بك لا یکون للاسلام بعدك نظاما ابدا (کنز ج ۳۔ ص ۱۴۳)

اپنی تلوار کو میان میں کیجیے اور ہمیں اپنی ہستی سے محروم نہ کیجیے۔ خدا کی قسم اگر آپ کے قتل کی مصیبت ہم پر پڑ گئی تو پھر آپ کے بعد اسلام کا نظام کبھی درست نہ ہو گا۔

حضرت علیؓ کے اصرار پر حضرت ابو بکرؓ خود تو واپس مدینہ تشریف لائے۔ اپنی جگہ حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالار بنا کر بھیج دیا اور جہاد کا کام جاری رکھا تا آنکہ مرتد قبائل کو راہِ راست پر نہیں لے آئے۔

مندرجہ بالا واقعات کثرت رائے کے معیار حق ہونے کے ابطال پر دو ٹوک اور قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ جہاں خلیفہ وقت تمام شوریٰ کی متفقہ رائے کو ناقابل تسلیم قرار دے کر اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرتا اور اسے نافذ بھی کر دیتا ہے اور شوریٰ نے بھی اعتراف کیا اور واقعات نے بھی ثابت کر دیا کہ واقعۃً اکیلے خلیفہ کی رائے اقرب الی الحق تھی۔

۵. مشاورت متعلقہ حضرت عمرؓ کا خود سپہ سالار بن کر عراق جانا

(ماخوذ از طبری جلد ۳ صفحہ ۴۸۰ تا ۴۸۲)

حضرت عمرؓ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ملک کے ہر حصے سے لوگوں کے گروہ آنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام میدان مدینہ آدمیوں سے پُر نظر آنے لگا۔ فاروق اعظمؓ نے حضرت طلحہؓ کو ہراول کا سردار مقرر فرمایا۔ زبیر بن العوام کو میمنہ پر اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو میسرہ پر مقرر فرما کر خود سپہ سالار بن کر اور فوج لے کر روانگی کا عزم فرمایا۔ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور فوج لے کر مدینے سے روانہ ہوئے اور چشمہ صرار پر آ کر قیام کیا۔ تمام فوج میں لڑائی کے لیے بڑا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ خلیفہ وقت خود اس فوج کا سپہ سالار تھا۔

حضرت عثمانؓ نے فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا خود عراق کی طرف جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

فاروق اعظمؓ نے تمام سرداران فوج اور عام لشکری لوگوں کو ایک جلسۂ عظیم میں مخاطب کر کے مشورہ طلب کیا تو کثرت رائے خلیفہ وقت کے ارادے کے موافق ظاہر ہوئی۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ میں اس رائے کو ناپسند کرتا ہوں۔ خلیفہ وقت کا خود مدینہ منورہ سے تشریف لے جانا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگر کسی سردار کو جنگ میں ہزیمت حاصل ہو تو خلیفہ وقت بآسانی اس کا تدارک کر سکتے ہیں لیکن خدانخواستہ خود خلیفہ وقت کو میدان جنگ میں کوئی چشم زخم پہنچے تو پھر مسلمانوں کے کام کا سنبھلنا دشوار ہو جائے گا۔

یہ سن کر حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ سے بلا لیا گیا اور تمام اکابر صحابہ سے مشورہ کیا گیا۔ حضرت علیؓ اور تمام جلیل القدر صحابہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی رائے کو پسند کیا۔

فاروق اعظمؓ نے دوبارہ اجتماع عام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں خود تمھارے ساتھ عراق جانے کو تیار تھا لیکن صحابہ کرام کے تمام صاحب الرائے حضرات میرے جانے کو ناپسند کرتے ہیں۔ لہٰذا میں مجبور ہوں۔ اب کوئی دوسرا شخص سپہ سالار بن کر تمھارے ساتھ جائے گا۔"

اب صحابہ کرام کی مجلس میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ کس کو سپہ سالار بنا کر عراق بھیجا جائے۔

حضرت علیؓ نے انکار فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور خالد شام میں مصروف پیکار تھے۔ بالآخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سعد بن ابی وقاص کا نام پیش کیا۔ سب نے اس کی تائید کی اور حضرت عمرؓ نے بھی پسند فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں صدقات کی وصولی پر مامور تھے۔ چنانچہ انھیں بلا کر سپہ سالار مقرر کیا گیا اور خود حضرت عمرؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔"

اس واقعہ مشاورت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف متعدد صاحب الرائے اشخاص کی رائے عوام کی بھاری اکثریت کی رائے سے زیادہ وزنی ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے تمام فوج اور فوج کے سرداروں اور خود اپنی خواہش کے مطابق ایک معاملہ طے کیا۔ لیکن صرف چند اہل الرائے کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے اکثریت کی رائے کو رد کر دیا۔

۶۔ مشاورت عمرؓ طاعون سے متعلق

عن عبد الله بن عباس ان عمر بن الخطاب خرج الى الشام حتّٰى اذا كان بِسَرَغٍ لقيهُ اهل الاجناد ابو عبيدة بن الجراح واصحابهُ واخبروهُ ان الوباء قد وقع بالشام۔ قال ابن عباس فقال عمر "اُدع لي المهاجرين الاولين" فدعوتهم فاستشارهم واخبرهم ان الوباء وقع بالشام۔ فاختلفوا۔ فقال بعضهم: قد خرجت لامرٍ ولا نرى ان ترجع عنه۔ وقال بعضهم معك بقية الناس واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نرى ان تقدمهم على هذا الوباء۔ قال ارتفعوا عنّي۔

ثم قال: ادع لِيَ الانصار" فدعوتهم له فاستشارهم فسلكوا سبيل المهاجرين واختلفوا كاختلافهم فقال ارتفعوا عني۔

ثم قال: ادع لي من كان ههنا من مشيخة قريش من المهاجرة قبل الفتح۔ فدعوتهم فلم يختلف عليه رجلان۔ فقالوا: نرى ان ترجع بالناس ولا تقدمهم على هذا الوباء۔

فنادى عمر بالناس اني مصبحٌ على ظهرٍ فاصبحوا عليه۔

فقال ابو عبیدۃ بن الجراح : افراراً من قدر اللہ ؟

فقال عمر : "لو غیرک قالھا یا عبیدۃ" وکان عمر یکرہ خلافہ

نعم نفِرّ من قدر اللہ الی قدر اللہ - ارایت ان کانت ابلٌ فھبطت

وادیاً لہ عدوتان احدھما خصبۃ والاخری جدبۃ الیس ان رعیت

الخصبۃ بقدر اللہ ؟ وان رعیت الجدبۃ رعیتھا بقدر اللہ ؟"

قال جاء عبد الرحمن بن عوف متغیباً فی بعض حاجتہ فقال :

ان عندی علماً سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : اذا

سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ ، واذا وقع بارض وانتم بھا

فلا تخرجوا منہ فراراً -"

قال : فحمد اللہ عمر بن الخطاب ثم انصرف -

(مسلم - کتاب السلام - باب الطاعون)

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ شام کی طرف نکلے اور جب مقام سرغ پر پہنچے تو اسلامی حکام فوجی سردار و ابو عبیدہ بن جراح (جو اس وقت شام کے گورنر تھے) یہاں آکر ملے اور خبر دی کہ آج کل شام میں وباء (طاعون) پھیلی ہوئی ہے - ابن عباس کہتے ہیں مجھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "مہاجرین اولین کو بلاؤ" میں نے انھیں بلایا تو انھیں شام میں وبا پھیلنے کی اطلاع دی - اور اس کے متعلق ان سے مشورہ طلب کیا - ان کا آپس میں اختلاف ہوا - بعض کہتے تھے کہ "آپ دینی کام کے لیے نکلے ہیں - ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اسے چھوڑ کر واپس جائیں - اور بعض کہتے تھے" آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور بہت سے دوسرے لوگ ہیں - ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ انھیں وبا میں جھونک دیں" حضرت عمرؓ نے فرمایا "میرے پاس سے اب چلے جاؤ"

پھر حضرت عمرؓ نے مجھے کہا "اب انصار کو بلاؤ" میں انھیں بلا لایا - پھر ان سے مشورہ کیا - انھوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا - آپ نے انھیں بھی یہی کہا کہ "چلے جاؤ"

پھر مجھے کہا - اب ان قریشی مہاجرین بزرگوں کو جمع کرو - جنھوں نے فتح مکہ سے

پہلے ہجرت کی تھی" میں انھیں بلالایا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا اور یہ کہنے لگے: ہم یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو اس وبا میں نہ جھونکیں۔

اب حضرت عمرؓ نے اعلان کر دیا کہ "میں علی الصبح واپس مدینہ چلا جاؤں گا۔ اور لوگ بھی واپس لوٹ آئے۔"

یہ اعلان سن کر ابو عبیدہ بن الجراح حضرت عمرؓ سے کہنے لگے: کیا آپ تقدیر سے بھاگتے ہیں"؟

حضرت عمرؓ کہنے لگے "کاش یہ بات ابو عبیدہ کے سوا کوئی اور کہتا" (کیونکہ حضرت عمرؓ ان کے خلاف بات کو پسند نہ کرتے تھے) کہنے لگے "ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ ہی کی تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔ (پھر فرمایا) بھلا دیکھو تو! اگر آپ اپنے اونٹ کسی وادی میں چرانے کو لے جائیں جس کا ایک حصہ خراب اور قحط زدہ ہو اور دوسرا سبزہ زار تو کیا یہ صحیح نہیں کہ اگر خراب حصہ میں سے چرائیں گے وہ بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق ہوگا اور اگر سبزہ زار سے چرائیں گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق۔"

ابن عباس کہتے ہیں کہ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عوف آگئے جو اپنے کسی کام کی وجہ سے غیر حاضر تھے۔ کہنے لگے "مجھے اس کا شرعی حکم معلوم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: "جب سنو کہ کسی شہر میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ۔ اور اگر ایسی جگہ طاعون پھیل جائے جہاں تم پہلے سے موجود ہو وہاں سے مت بھاگ نکلو۔"

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس ہو گئے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

- جن لوگوں سے مشورہ لیا جائے۔ ان کے فرق مراتب کا لحاظ رکھا جائے۔ جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی رضا جوئی میں پیش پیش ہوں۔ مشورہ کے سب سے زیادہ حقدار وہی لوگ۔ پھر علیٰ قدر مراتب دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔
- مشورہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ سب اصحاب مشورہ ایک ہی مجلس میں اکٹھے ہوں۔ مشورہ علیحدہ علیحدہ بھی لیا جا سکتا ہے۔

۳۔ مشورہ کے بعد رائے شماری یا اکثریت فیصلہ کا کوئی معیار نہیں ہے۔

۴۔ مشورہ کے بعد فیصلہ امیر کی صوابدید پر ہے۔ جب تک حضرت عمرؓ کو دلی اطمینان یا انشراح صدر نہیں ہوا آپ مجلس شوریٰ بدلتے رہے۔ اگر پہلی ہی پر اطمینان حاصل ہو جاتا تو دوسری یا تیسری مجلس کی ضرورت ہی نہ تھی۔

۵۔ دلی اطمینان کی وجہ یہ نہ تھی کہ تیسری مجلس نے بالاتفاق ایک ہی رائے دی اور اس میں اختلاف نہ ہوا بلکہ یہ تھی کہ ان کا اپنا اجتہاد (یا دلیل) بھی وہی کچھ تھا۔ جو تیسری مجلس نے رائے دی تھی۔ اور اسی دلیل سے آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بھی مطمئن کیا۔

۷۔ عراق کی مفتوحہ زمینوں کے متعلق

حضرت عمرؓ کی مجلس مشاورت

(یہ واقعہ چونکہ مالیات سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا درج ذیل اقتباسات کتاب الخراج للامام ابو یوسف عنوان متعلقہ میں درج احادیث و روایات سے ماخوذ ہیں)

جب عراق اور شام کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور ان زمینوں پر قبضہ ہو گیا تو امرائے فوج نے اصرار کیا کہ مفتوحہ مقامات ان کے صلہ فتح کے طور پر ان کی جاگیریں عنایت کیے جائیں۔ اور باشندوں کو ان کی غلامی میں دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے عراق کی فتح کے بعد سعد بن وقاصؓ کو وہاں کی مردم شماری کے لیے بھیجا۔ کل باشندوں اور اہل فوج کی تعداد کا موازنہ کیا گیا تو ایک ایک مسلمان کے حصے میں تین تین آدمی پڑتے تھے۔ اسی وقت حضرت عمرؓ کی یہ رائے قائم ہو چکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے اور ان کو ہر طرح آزاد چھوڑ دیا جائے۔

اکابر صحابہؓ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اہل فوج کے ہم زبان تھے۔ اموال غنیمت کے علاوہ زمینوں اور قیدیوں کی تقسیم پر بھی مصر تھے اور حضرت بلالؓ نے تو اس قدر جرح کی کہ حضرت عمرؓ نے دق ہو کر فرمایا:

اللھم اکفنی بلالاً۔

اے خدا مجھ کو بلال سے نجات دے۔

حضرت عمرؓ یہ استدلال پیش کرتے تھے کہ اگر ممالک مفتوحہ فوج میں تقسیم کر دیے جائیں تو

آئندہ افواج کی تیاری، بیرونی حملوں کی مدافعت، ملک کے امن و امان قائم رکھنے کے لیے مصارف کہاں سے آئیں گے اور یہ مصلحت بھی ان کے پیش نظر تھی کہ اگر زمین افواج پر تقسیم کر دی گئی تو وہ جہاد کی طرف سے غافل اور جاگیرداری میں مشغول ہو جائیں گے۔ لہذا اموالِ غنیمت تو فوج میں تقسیم کر دینے چاہئیں اور زمین بیت المال کی ملکیت قرار دی جانی چاہیے کیونکہ اتنی کثیر مقدار میں اموال اور زمین اس کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگنے کی توقع کم ہی نظر آرہی تھی۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف کہتے تھے کہ جن تلواروں نے ملک کو فتح کیا ہے انہی کو زمین پر قبضے کا بھی حق ہے۔ آئندہ نسلیں اس میں مفت میں کیسے شریک ہو سکتی ہیں؟ لیکن حضرت عمرؓ اس بات پر مصر تھے کہ جب وسائل موجود ہیں تو مملکت اسلامیہ کو ایک فلاحی مملکت بنانا ضروری ہے اور اس میں جملہ مسلمانوں کا خیال رکھنا چاہیے جیسا کہ بخاری کی درج ذیل حدیث سے بھی واضح ہے:

قال عمر: لولا آخر المسلمين ما فتحت قرية الا قسمتها بين اهلها كما قسم النبي صلى الله عليه وسلم خيبر. (بخاری کتاب الجهاد والسير- باب الغنيمة لمن شهد الوقعة)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے کہا: "اگر مجھے پچھلے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جو بستی فتح کرتا اسے فتح کرنے والوں میں بانٹ دیتا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔"

جہاں تک اسلامی مملکت کے استحکام اور جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کا تعلق تھا۔ حضرت عمرؓ کو اپنی رائے کی اصابت کا مکمل یقین تھا لیکن وہ کوئی ایسی نص قطعی پیش نہ کر سکے تھے۔ جس کی بنیاد پر وہ مجاہدین، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف یا حضرت بلال کو قائل کر سکیں۔

چونکہ دونوں طرف دلائل موجود تھے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے فیصلہ کے لیے مجلس مشاورت طلب کی۔ یہ مجلس دس افراد پر مشتمل تھی۔ پانچ قدماء مہاجرین میں اور پانچ انصار (قبیلہ اوس اور خزرج) میں سے اس مجلس میں شریک ہوئے۔ حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ تاہم کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ کئی دن تک یہ بحث چلتی رہی۔

حضرت عمرؓ کو دفعتہً قرآن مجید کی ایک آیت یاد آئی جو بحث کو طے کرنے کے لیے نصِ قاطع تھی۔ اس آیت کے آخری فقرے وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ (سورہ حشر) سے حضرت عمرؓ نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے۔ لیکن اگر اسے فاتحین میں تقسیم کر دیا جائے تو آنے والی نسلوں کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اب حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر نہایت پرزور تقریر فرمائی، جس میں آپ نے زکوٰۃ، غنیمت اور فے کی تقسیم کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی۔

عن مالك بن اوس قال قرأ عمر بن الخطاب إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ حتى بلغ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

ثم قرأ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ

حتى بلغ وابن السبيل ثم قال هذه لهؤلاء۔

ثم قرأ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى حتى بلغ للفقراء .... وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ " ثم قال هذه استوعبت المسلمين عامة فلئن عشت فليأتين الراعي وهو بسرو حمير نصيبه منها لم يعرق فيها جبينه۔ رواه في شرح السنة (بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب الفئ)

مالک بن اوسؓ سے روایت ہے، کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے یہ آیت پڑھی إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ... یہاں تک کہ عَلِيمٌ حَكِيمٌ تک پہنچے۔

پھر یہ آیت پڑھی۔ واعلموا انی غنمتم من شیء۔

پھر کہا یہ ان لوگوں کا حصہ ہے۔

پھر یہ آیت پڑھی، جو چیز اللہ نے بستیوں میں اپنے رسول کے ہاتھ لگا دی یہاں تک کہ پہنچے واسطے فقیروں کے ...... اور ان لوگوں کے جو ان کے پیچھے آنے والے ہیں۔ پھر کہا اس آیت نے تمام مسلمانوں کو شامل کر دیا ہے۔ پس اگر میں زندہ رہا۔ تو سرو اور حمیر کے اس چرواہے کو بھی اس میں سے حصہ پہنچے گا جس کی پیشانی پر پسینہ نہیں آیا (یعنی جس نے جہاد کے سلسلہ میں کچھ بھی محنت نہ کی ہو)

اس پر سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ بلاشبہ آپ کی رائے صحیح ہے ۔:
اس واقعہ سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے :۔

۱۔ امیر فیصلہ کرتے وقت کثرت رائے کا پابند نہیں۔ اس کا اپنا دلی اطمینان یا انشراح صدر فیصلہ کی اصل بنیاد ہے۔ مجلس مشاورت کے انعقاد سے پہلے فوج کے سب اراکین حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت بلال رضؓ جیسے صحابہ اس حق میں تھے۔ کہ زمینیں اور کاشتکار غازیوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ اس رائے کے بہت سے نقصانات دیکھ رہے تھے۔ لہٰذا کثرت رائے کو قبول نہیں فرمایا۔

۲۔ امیر محض اپنی مرضی اور رائے بھی عوام پر ٹھونس نہیں سکتا۔ ورنہ آپ یہ نہ فرماتے۔ اے اللہ! مجھے بلال سے نجات دے ۔" لہٰذا آپ نے تو دس اکابر صحابہ (پانچ مہاجر۔ پانچ انصار) کی مجلس مشاورت بلائی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ جیسے صحابی آپ کے ہم خیال تھے۔ لیکن دوسری طرف صحابہ کی کثیر تعداد تھی۔ علاوہ ازیں عہد نبوی کی نظیر (جنگ خیبر میں یہودیوں کی زمین کی غازیوں میں تقسیم) بھی ان کے حق میں جاتی تھی۔ لہٰذا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

۔ حضرت عمرؓ دین کی سربلندی کے لیے جو انتہائی ذہنی کاوش کرتے رہتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں اللہ کی توفیق سے آپ کو ایک آیت یاد آگئی۔ جو آپ کی رائے کے عین مطابق تھی۔ اس دلیل کی بنا پر آپ نے بڑی شد و مد سے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا جس کے آگے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ کی اصل بنیاد کثرت رائے نہیں بلکہ دلیل کی قوت ہے اور شرط میر مجلس کا انشراح صدر ہے۔